قارئین

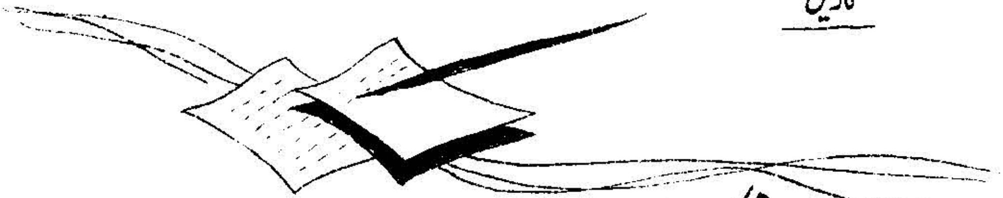

افکار و تاثرات

میثاق یا نقضِ میثاق | اسلام علیکم ماہِ رواں کے ماہنامہ میثاق لاہور میں تذکرہ وتبصرہ کے عنوان سے آپ کا اداریہ[1] نظر سے گزرا۔ آپکی اصابت رائے اور صحت فکر سے متعلق بالعموم اس سے قبل جو تاثر تھا اس اداریے سے اُسے شدید دھکا لگا ہے۔ اس معاملہ پر جامعیت کے ساتھ لکھنے کی مجھے فرصت ہے نہ شاید میثاق اس کا متحمل ہو سکے۔ لہذا کوشش کروں گا کہ بات کو چند ضروری اشارات میں سمویا اور سمیٹا جا سکے۔

ڈاکٹر فضل الرحمٰن کی کتاب "اسلام" کا مطالعہ کرنے کا مجھے موقع نہیں ملا، لیکن ملک کے مقتدر ماہناموں بالخصوص اکوڑہ خٹک کے "الحق" اور کراچی کے "بینات" میں اس کے مندرجات پر اور "فکر و نظر" میں چھپے ہوئے موصوف کے عقائد پر کافی مواد دیکھ چکا ہوں۔ اگر ان پرچوں نے ڈاکٹر فضل الرحمٰن کے نظریات کی صحیح ترجمانی کی ہے تو آپ کی یہ رائے قائم کرنا کیسے درست ہو سکتا ہے کہ موصوف میں اسلام کے خلاف نشوز نہیں پایا جاتا۔ اگر مثال کے طور پر قرآن کے احکام کو ابدی نہ ماننا، معراج کو افسانہ سمجھنا، زکوٰۃ کو حکومت وقت کی مصالح کے تحت قابلِ تغیر و تبدل ٹیکس قرار دینا، سود شراب اور ذبیحہ کے مسائل پر تجدد کی تحریفات پیش کرنا اور فی الجملہ اسلام کو مغرب کا پاکٹ ایڈیشن بنانے کی سعی ——— اگر یہ سب کچھ کر گزرنا بھی اسلام کے خلاف نشوز نہیں سمجھا جا سکتا تو آپ ہی کہیئے کہ اسلام کے خلاف نشوز کا کونسا منفرد اور انوکھا تصور آپ کے ذہن میں پایا جاتا ہے۔

پھر ڈاکٹر موصوف کو عوامی احتجاج سے ذاتی نقصان پہنچا ہے، اس پر آپکو اُن سے ہمدردی ہے۔ عمرانیات کے ایک معمولی طالب علم کو بھی یہ حقیقت معلوم ہے کہ افکار و عقائد کی آویزش میں اور نشو و ارتقا میں بعض افراد اپنے مثبت یا منفی کردار کی بدولت علامتی حیثیت اختیار کر لیتے

---

(۱) یہ خط مدیر ماہنامہ میثاق لاہور کے نام ہے۔ (ادارہ)

ہیں۔ اور معاشرہ ان پہ مدح کے پھول یا مذمت کے تیر برساتا ہے تو ان کی ذات کی وجہ سے نہیں بلکہ ان کی علامتی حیثیت کی بنا پر۔ ٹھیک اسی طرح ڈاکٹر موصوف کی ذات سے کسی کو بحث نہیں چہ جائیکہ کدہو۔ یہ امر مجبوری ہے کہ کسی کی ذات کو اس کے عقائد سے بالفعل جدا نہیں کیا جا سکتا۔ بہرحال باطل کے تمام علمبرداروں کے ساتھ مداہنت، کا ارتکاب کئے بغیر صرف ایک ہی ہمدردی کی جا سکتی ہے اور وہ ہمدردی اس کے سوا کچھ نہیں کہ کاش وہ باطل کی بجائے حق کے علمبردار ہوتے۔

آپ کا یہ کہنا بھی کہ تجدد کے مقدمے کا یکجا طور پہ "اسلام" نامی کتاب کے ذریعہ سامنے آنا مفید ہے کچھ عجیب سی منطق ہے۔ دوسرے لفظوں میں آپ یہ کہہ رہے ہیں کہ منتشر، پراگندہ اور کمزور باطل کی بجائے یکجا مجتمع اور طاقتور باطل مفید ہے۔ مداہنت کے اظہار کا یہ ایک دلچسپ اسلوب تو ضرور ہے لیکن ساتھ ہی راسخیت کے حق میں اس کی مضرت رسانی بھی واضح ہے۔

پھر کہیں آپ نے ڈاکٹر صاحب کی وسعت کو داد دی ہے تو کہیں ان کی دقت نظر کو سراہا ہے۔ یورپ کے غیر جانبدار نقاد کی یہ روش ہو تو اچنبھے کی بات نہیں۔ تعجب اور رنج اس پر ہے کہ ایک دینی پرچے کے مدیر کا قلم اس داد و دہش پہ صرف ہو جبکہ معاملہ ایک مضطرب پبلک کے سامنے غلاف اسلام عقائد کی تنقیح پیش کرنے کا ہے، کسی کا مطالعہ لاکھ وسیع اور کسی کی نظر لاکھ دقیق ہوا کرے۔ لیکن اگر وہ اسلام کے خلاف زہر اگلنے پہ صرف ہو تو نظریاتی حس (IDEOLOGICAL SENSE) کی یہ کونسی قسم ہے کہ مخالف کی وسعت مطالعہ اور دقت نظر کے راگ الاپنے شروع کر دئے جائیں۔

مزید برآں ارتدادی فکر کو عقلیت پرستی نہیں کہا جا سکتا۔ ستمبر ۱۹۶۸ء کے میثاق میں ڈاکٹر رفیع الدین صاحب کے گرانقدر مقالے سے اس حقیقت کی یاد تازہ ہوتی ہے کہ خود یورپ کی عقلیت پرستی اور سائنس و فلسفہ جب خدائیت کی طرف رخ کرنے لگتے ہیں۔ تو مصنوعی طور پر بہ تکلف انکی باگیں دہریت کی طرف موڑ دی جاتی ہیں۔ یا کم ازکم لاادریت کی طرف ——— فرمایئے! اس دخل در معقولات کو عقلیت پرستی کہیں گے یا ہوس پرستی، اسلام میں تو بالخصوص عقلیت پرستی کے پرچم تلے جو غوغا آرائی سنی جاتی ہے، وہ ہوائے نفس کی بانگ درا کے سوا کچھ بھی نہیں کیونکہ اسلام تو اپنی عین فطرت میں صحیح اور سلیم عقلیت نوازی ہے۔ ایسی عقلیت نوازی جو ارتداد، انحراف اور تجدد کی غرض مند مادہ پرستی کی بجائے سیدھی طرح صراط مستقیم کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔